IUCN شہری برائے بہتر ماحول
آئی یو سی این دی ورلڈ کنزرویشن
یونین کا ممبر ہے

شہری

ابھی میں کوئی شک نہیں کہ شہریوں کا ایک
چھوٹا سا گروپ جو شعور رکھتا ہو، وہ
یقیناً دنیا کو بدل سکتا ہے
مارگریٹ میڈ

شہری
برائے بہتر ماحول

جلد نمبر ۱ — جولائی ۱۹۹۲ء — شمارہ نمبر ۱

اداریہ

کیا پاکستان ماحولیاتی نظم وضبط پر قابو پا رہا ہے؟

قانون کا نفاذ ماحولیاتی نظم وضبط کے سلسلے میں آخری اور حتمی کڑی کا درجہ رکھتا ہے۔ اس ضمن میں پہلی کڑی ایک واضح ماحولیاتی پالیسی ہے جو ضروری قانون سازی اور قواعد و ضوابط کے ساتھ وجود میں لائی گئی ہو۔ اس کے بعد اس پر عملدرآمد اور اجازت ناموں کے مناسب نظام کے قیام کا مرحلہ آتا ہے۔ آخری مرحلہ قانون کے نفاذ کا ہے جو اس امر کو یقینی بنائے کہ متعلقہ قوانین اور قوائد پر عمل ہو اور خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف کاروائی کی جائے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب پاکستان بھی سرسبز و شاداب ہو رہا ہے......

☆ نیشنل کنزرویشن اسٹریٹجی یعنی قومی حکمت عملی برائے تحفظ اپنائی گئی ہے۔
☆ ملک کے ہر صوبے میں تحفظ ماحول کی ایجنسیاں قائم کردی گئی ہیں۔
☆ وزیر اعظم نواز شریف نے اقوام متحدہ کی کانفرنس برائے ماحول و ترقی میں 77 کے گروپ کی قیادت کی۔
☆ ماحول سے متعلق غیر سرکاری تنظیمیں (این جی اوز) وجود میں آرہی ہیں۔ یہ تمام نشانیاں ایک مثبت تبدیلی کا پتہ دیتی ہیں۔
☆ سپریم کورٹ آف پاکستان کے ایک جسٹس نے از خود قانونی کارروائی کا آغاز کیا (انسانی حقوق کیس نمبر 14۔ کے 1992.... ایک مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ساحلی علاقے زہر آلود کئے جارہے ہیں)

مندرجہ ذیل کو عدالت میں طلب کیا گیا :
۔ سیکریٹری سائٹ، کراچی
ب۔ چیئرمین / سیکریٹری بلدیہ شرقی
ا۔ سیکریٹری لانڈھی انڈسٹری ٹریڈنگ اسٹیٹ کراچی

اس کیس کی بنیاد شہری کے صفحہ اول پر شائع ہونے والا ایک مضمون تھا۔ (اس مضمون ں اس حقیقت کو واضح کیا گیا تھا کہ انتہائی زہر آلود صنعتی فضلہ بغیر کسی صفائی کے ملیر اور ری ندیوں میں ڈالا جارہا ہے جو سمندر میں پہنچ رہا ہے۔ (شہری جلد اول، جنوری ۱۹۹۲ء)

عدالت نے مندرجہ بالا حکام کو حکم دیا کہ وہ حسب ذیل معلومات تحریری طور پر فراہم ریں۔

ب۔ ان کی حدود میں واقع ان فیکٹریوں کی فہرست جو کسی بھی قسم کا صنعتی فضلہ خارج تی ہیں۔
۔ ان اداروں نے فاضل صنعتی مادوں کو ٹھکانے لگانے یا ان کی صفائی کے لئے کیا ظامات کئے ہیں۔
۔ انہوں نے امر کو یقینی بنانے کے لئے کیا اقدامات کئے ہیں کہ صنعتی فضلہ ٹریٹمنٹ یا صفائی کے بغیر ندی، نالے، سمندر یا زمین پر نہ پھینکا جائے۔

اس حکم نامے کی نقول شہری کے ایڈیٹر اور فیکٹریز ایکٹ ۱۹۳۴ء کے تحت مقرر کردہ چیف ٹر کو بھی بھیجی گئی تاکہ وہ ۹۲-۳-۸ کو سپریم کورٹ کے سامنے پیش ہو کر مددگار شہادت م کریں۔

کیا نیک ارادے اچھے نتائج میں بدل سکیں گے؟

"شہری" نے وزیر اعلیٰ سندھ جناب سید مظفر حسین شاہ سے یہ انٹرویو اس وقت کیا تھا جب وہ صوبے کے وزیر برائے قانون و پارلیمانی امور تھے۔

اکثر روایتی صاحبان اقتدار کے برعکس سید مظفر حسین شاہ خوشگوار شخصیت کے مالک ایک ایسے صاحب اقتدار ہیں جن تک پہنچنا حیرت انگیز حد تک آسان ہے۔ انتہائی مہذب، شہری مزاج کے حامل اور اظہار خیال پر قدرت رکھنے والے مظفر حسین شاہ یہ تاثر دیتے ہیں کہ "حکومت عوام اور غیر سرکاری اداروں سے توقع کرتی ہے کہ وہ شہری ماحول کو بہتر بنانے کے لئے قانون سازی کے عمل میں معاونت کریں"۔ ایک ایسی صورتحال میں کہ جہاں مالی مفادات کی جڑیں بہت گہری ہوں اور اکثر سرکاری ادارے بھی منافع خوری کا ذریعہ بن جاتے ہوں، کیا لائق افراد جن کی نیتیں اور ارادے نیک ہی ہیں کیوں نہ ہوں اچھے نتائج حاصل کرسکتے ہیں؟

سید مظفر حسین شاہ سے انٹرویو شہری کی نمائندہ حمیرا رحمٰن نے ان کی رہائش گاہ پر لیا۔

ح ر: شاہ صاحب، بحیثیت وزیر قانون و پارلیمانی امور کیا آپ کے دور میں حکومت سندھ نے شہری ماحول کو بہتر بنانے کے لئے کوئی قانون سازی تجویز کی ہے؟

م ح ش: ماحولیات بنیادی طور پر ایک وفاقی مضمون ہے اور یہ صوبائی حکومت کے دائرہ اختیار میں نہیں آتا۔

ح ر: اس کی انتہائی نازک علاقائی اور مقامی اہمیت کے پیش نظر کیا صوبائی حکومت نے ایسی کوئی کوشش کی ہے کہ ماحولیات کا شعبہ صوبوں کو منتقل کر دیا جائے؟

م ح ش: ہمارے یہاں سندھ انوائرمنٹل پروٹیکشن ایجنسی موجود ہے جو صوبائی وزارت برائے ہاؤسنگ اینڈ ٹاؤن پلاننگ سے منسلک ہے۔

ح ر: کیا اس ادارے کو قانون بنوانے کے اختیارات حاصل ہیں؟

م ح ش: اس جانب پیشرفت ہو رہی ہے کہ ای پی اے سندھ کو قانونی طور پر اختیار دیا جائے کہ یہ قوانین بنوا سکے۔ جہاں تک شہری ماحول کا تعلق ہے

مثلاً کراچی میں آلودگی وغیرہ تو اس کے لئے بلدیاتی ادارے اور کے ڈی اے وغیرہ موجودہ قوانین میں ترامیم پیش کرسکتے ہیں یا نئے قوانین تجویز کرسکتے ہیں۔ اس کے بعد وزارت قانون ان تجاویز کا جائزہ لے کر انہیں باقاعدہ قانون کی صورت دے سکتی ہے۔

ح ر: یہ ایک جانی پہچانی حقیقت ہے کہ زمین کے

باقی صفحہ ۲ پر

دُنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

ہالینڈ کے وزیر برائے ہاؤسنگ فزیکل پلاننگ اور ماحولیات جناب ہانز ایلڈرز کا انٹرویو

جناب ہانز ایلڈرز نے حکومت اور صنعت کے باہمی تعاون، تجارت اور ماحول پر اظہار کرتے ہوئے کہا کہ کوئی بھی قانون بنانے اور اس کا جائزہ لینے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے اور اسی لئے اس میں وقت صرف ہوتا ہے لیکن اکثر ماحولیاتی اقدامات کے ضمن میں اتنا انتظار کرنا ممکن نہیں ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ ماحولیات کے میدان میں ترقی اور تبدیلیوں کی رفتار اتنی تیز ہے کہ کوئی بھی نیا قانون نافذ ہوتے ہوتے متروک اور ناکافی معلوم ہونے لگتا ہے یہی وجہ ہے کہ حکومت بعض اوقات آلودگی پھیلانے والوں کے ساتھ ایک "شریفانہ معاہدہ" کرنے کو زیادہ ترجیح دیتی ہے۔ اس طریقے میں فائدہ یہ ہے کہ مقصد جلدی حاصل ہو جاتا ہے اور انڈسٹری کو بھی علم ہوتا ہے کہ اس معاملے میں اس کی اصل پوزیشن کیا ہے۔ دوسری جانب یہ بات بھی ہے کہ "شریفانہ معاہدہ" کی کوئی قانونی بنیاد نہیں ہوتی اکثر اوقات معاہدوں کو زیادہ موثر بنانے کے لئے انہیں تحریری شکل دی جاتی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ہمیشہ تحریری معاہدوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ انڈسٹری غیر تحریری قواعد و ضوابط کی بھی پابندی کرسکتی ہے یا حکومت کے اقدامات کا پہلے سے اندازہ کرکے ان کے مطابق تیاری کرسکتی ہے۔

اگر مندرجہ ذیل صورتوں میں سے کوئی صورت درپیش آئے یا ان میں سے کوئی مقصد حاصل کرنا ہو تو کوئی معاہدہ کرلینا زیادہ بہتر ہوگا:

... عنقریب نافذ ہونے والے قواعد وضوابط اور مالی اقدامات کا پہلے سے اندازہ اور پیش بینی کرنا۔

... جب یہ توقع ہو کہ ماحول کے لئے موزوں کسی نئی ٹیکنیک کی آمد کے بعد کوئی قانون غیر ضروری ہوگا تو

باقی صفحہ ۴ پر

سی پی ایل سی
سٹیزن پولیس لائزن کمیٹی

۱۹۸۹ء میں سی پی ایل سی کا قیام قدیم کہاوت ''ضرورت ایجاد کی ماں ہے'' کا نمونہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ ۱۹۸۹ء میں کراچی میں جرائم کی شرح ہمیشہ سے زیادہ بڑھ گئی تھی۔ دن دھاڑے ڈکیتی' بندوق کی نوک پر گاڑیاں چھیننے اور اغواء کی ان گنت وارداتوں نے ہر طرف وحشت پھیلا رکھی تھی۔ اس مسئلے سے نمٹنے میں پولیس کی مکمل ناکامی (اور بعض واقعات میں خود اس کی مبینہ شرکت) شہریوں میں سخت غم و غصہ پیدا کررہی تھی۔ اس صورتحال سے بدحواس ہوکر لوگ خود کو محفوظ کرنے کے مختلف طریقے اور ذرائع تلاش کررہے تھے۔ اسی دور میں شہریوں کو مسلح محافظ فراہم کرنے والے پرائیویٹ ادارے اپنا نفع بخش کاروبار شروع کرنے کے لئے میدان میں آئے اور دوسری طرف رہائشی علاقوں میں داخلے کے راستوں پر آہنی پھاٹکوں کی تنصیب کا افسوسناک منظر

ضرورت ایجاد کی ماں ہے

ہر جگہ نظر آنے لگا۔

اس پرآشوب صورتحال کے پس منظر میں جناب جسٹس فخرالدین جی ابراہیم نے جو اس وقت گورنر سندھ تھے نے ایک ایسی تنظیم کا تصور پیش کیا جس کے ذریعے شہری خود اپنی کوششوں اور وسائل کو یکجا کرکے جرائم کی روک تھام کے لئے موثر طور پر پولیس کی معاونت کرسکیں۔ عام شہریوں میں بے چینی اور پریشانی اتنی زیادہ بڑھی ہوئی تھی کہ اس تصور نے فی الفور قبول عام حاصل کرلیا۔ سائٹ کے نوجوان صنعت کاروں نے اس سلسلے میں گورنر کو اپنی رضاکارانہ خدمات پیش کردیں۔ اس طرح صرف اتنے وقفے کے بعد کہ جو ضروری سرکاری کارروائی کی تکمیل کے لئے درکار تھا جناب فخرالدین جی ابراہیم نے ۱۵ مارچ ۱۹۹۰ء کو اس تنظیم کا افتتاح کیا اور اس کا مرکزی رپورٹنگ سیل گورنر ہاؤس میں قائم کیا گیا۔

شہریوں اور پولیس کی یہ لائزن کمیٹی حکومت سندھ کے ایک نوٹیفکیشن کے ذریعے وجود میں آئی ہے اس لئے اسے مکمل قانونی تحفظ حاصل ہے۔ ۴۴ معروف شہری (جنہوں نے اپنی خدمات رضاکارانہ طور پر پیش کی تھیں) ایسے ہی ایک نوٹیفکیشن کے ذریعے کمیٹی کے ممبر بنائے گئے۔ ان اراکین کو مجسٹریٹ کے اختیارات حاصل ہیں اور وہ کسی بھی پولیس اسٹیشن کا ریکارڈ چیک کرسکتے ہیں۔ ان ۴۴ اراکین کو چھ' چھ افراد پر مشتمل ۴ کمیٹیوں میں تقسیم کیا گیا ہے جو فیروز آباد' کلفٹن' بہادر آباد اور سائٹ کے پولیس تھانوں سے منسلک ہیں۔ سی پی ایل سی کے کنوینرز کو ''جسٹس آف پیس'' کا رتبہ حاصل ہے۔ جناب ناظم ایف حاجی اور جناب جمیل یوسف بالترتیب اس کے چیف اور جوائنٹ چیف ہیں اور انہیں کراچی کے چاروں ضلعوں کے لئے بالخصوص اور صوبہ سندھ میں بالعموم اسپیشل مجسٹریٹ کے اختیارات حاصل ہیں۔

یہ ایک نہایت خوش آئند امر ہے کہ جرائم سے نمٹنے میں شہریوں کی شرکت کا تجربہ (جو ہمارے پس منظر بڑی انوکھی بات ہے) کئی اعتبار سے کامیاب رہا ہے۔ اگرچہ سندھ میں جرائم کی شرح اتنی بلند ہے کہ اس کے سامنے خاصی کوششیں ناکام نظر آتی ہیں لیکن ماضی میں پولیس کی کارکردگی کو دیکھتے ہوئے سی پی ایل سی کا کردار قابل ستائش معلوم ہوتا ہے۔ درحقیقت جرائم کا مقابلہ کرنے میں اس بظاہر مختصر سی تنظیم کا حصہ اتنی اہمیت کا حامل ثابت ہوا ہے کہ نہ صرف

سی پی ایل سی کے قیام پر تمام رقم نجی عطیات سے حاصل کی گئی

اس حکومت نے جس کے دور میں یہ قائم ہوئی بلکہ اس کے بعد آنے والی نگراں حکومت اور پھر اگلی حکومت نے بھی اسے ختم کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

فی الوقت سی پی ایل سی کا دائرہ عمل چار اہم پہلو رکھتا ہے!

۱۔ یہ آر ای انوسٹی گیشن ٹیم کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے اغواء کئے جانے والے افراد کی بازیابی میں مدد دیتی ہے۔

۲۔ یہ چھینی گئی گاڑیوں کی بازیابی میں مدد کرتی ہے۔ اس مقصد کے لئے مجسٹریٹوں کا تعاون حاصل کیا جاتا

سی پی ایل سی کی غیر معمولی کامیابی کا سبب پولیس اور شہری مل جل کر باہمی اشتراک سے کام کرتے ہیں

ہے تاکہ گاڑیاں جلد از جلد اپنے جائز قانونی مالکان تک واپس پہنچ جائیں۔

۳۔ جہاں کہیں دشواری پیش آئے تو یہ شہریوں کو ان کی ایف آئی آر درج کرانے میں مدد دیتی ہے۔ علاوہ ازیں چوری شدہ گاڑیوں کا ایف آر سی (فائنل رپورٹ سرٹیفکیٹ) حاصل کرنے میں بھی تعاون کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں کمیٹی کا اینٹی تفتیش میں روز مرہ پیش رفت پر بھی نظر رکھتا ہے۔

۴۔ یہ پولیس کی زیادتیوں اور تشدد کا شکار ہونے والے افراد کی دادرسی کے لئے بھی امداد فراہم کرتی ہے اور کبھی کبھی ذمہ دار شخص کو قانون کی گرفت میں پہنچانے میں بھی کامیاب ہوجاتی ہے۔

جدید ٹیکنیک اور آلات کی مدد سے (جو کہ تمام نجی طور پر عطیہ کئے گئے ہیں) سی پی ایل سی نے درست اور موثر کارکردگی کا ایک عمدہ معیار قائم کرلیا ہے۔ اس کے کمپیوٹر پورے صوبے میں ہر روز چوری ہونے یا چھینی جانے والی گاڑیوں اور ان کی بازیابی کے اعداد و شمار کا حساب رکھتے ہیں۔ کمپیوٹر شناختی کٹ کی مدد سے ملزموں کے اسکیچ تیار کئے جاتے ہیں۔ شہادت کے جدید طریقے مثلاً پوشیدہ طور پر فوٹو گرافی اور آواز کی ریکارڈنگ بھی اب عدالت میں پیش کی جانے والی شہادتوں میں شامل کئے جارہے ہیں۔

سی پی ایل سی اخبارات اور رسائل میں اشتہارات کے ذریعے عوام سے حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہی ہے لیکن اب بھی اس تنظیم کے بارے میں معلومات کو عام کرنے کی بہت زیادہ گنجائش موجود ہے تاکہ اس کے وجود اور افادیت سے واقفیت عام ہوسکے۔ شہری سٹیزن پولیس لائزن کمیٹی کے اسٹاف اور رضاکاروں کی اہم خدمات کو سراہتا ہے اور امید کرتا ہے کہ بتدریج اس کی سرگرمیوں کا دائرہ دیگر متاثرہ علاقوں تک وسیع ہوجائے گا۔

سی پی ایل سی کے قیام کے پیچھے کام کرنے والی اصل قوت محرکہ سابق گورنر سندھ جناب جسٹس (ریٹائرڈ) فخرالدین جی ابراہیم تھے۔ حال ہی میں جسٹس فخرالدین جی ابراہیم نے ہمارے ساتھ تبادلہ خیال میں سی پی ایل سی کی بابت اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ گورنر کا منصب سنبھالنے کے بعد صوبہ سندھ میں امن و امان کی صورتحال کو سدھارنے کے لئے ان کی اولین تجاویز میں اس کمیٹی کا قیام بھی شامل تھا۔ ان دنوں ڈکیتیاں اور اغواء برائے تاوان کی وارداتیں روزمرہ کا معمول بن چکی

سی پی ایل سی ایک شاندار اور بے حد مفید تنظیم ہے
جسٹس فخرالدین ابراہیم

تھیں اور کراچی میں بے حد خوف و ہراس پایا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی لوگ پولیس کے پاس جاتے سے بھی گھبراتے تھے۔ اس صورتحال کو درست کرنے کے لئے تین پولیس تھانوں میں سی پی ایل سی کا قیام عمل میں لایا گیا تاکہ شہری پولیس کے ساتھ مل کر جرائم کا مقابلہ کرسکیں۔ اس وقت کی وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے بھی سی پی ایل سی کی حمایت کرتے ہوئے اجازت دی کہ گورنر ہاؤس کی چار دیواری میں اس کا مرکز قائم کیا جاسکتا ہے۔ یہ کمیٹی کے لئے ایک بہت بڑی سہولت تھی جس سے اس کے موثر ہونے میں بے حد مدد ملی۔ جسٹس ابراہیم نے واضح کیا کہ اس کے قیام پر خرچ ہونے والی تمام رقم نجی عطیات سے حاصل کی گئی اور حکومت سے کوئی پیسہ نہیں لیا گیا۔ اس کے بعد کے دور میں جب کہ سندھ میں جام صادق/عرفان اللہ مروت کی بدنام قیادت کام کررہی تھی تو قابل فہم وجوہات کی بناء پر سی پی ایل سی کو حکومت کی خاطر خواہ حمایت حاصل نہ رہی۔ لیکن اب یہ ایک بار پھر بہت اچھی طرح کام

یہ ایک نہایت خوش آئند امر ہے کہ جرائم سے نمٹنے کیلئے شہریوں کی شرکت کئی اعتبار سے کامیاب رہی ہے

نے بھی زبردست امداد فراہم کی۔ سی پی ایل سی کی غیر معمولی کامیابی کا سبب یہ ہے کہ اس میں عام شہری اور پولیس دونوں مل جل کر باہمی تعاون اور اشتراک سے کام کرتے ہیں اور دونوں کی کارکردگی کو تسلیم کیا جاتا کررہی ہے اور اس کا دائرہ مزید وسیع ہونا چاہئے۔

باقی صفحہ ۳ پر

ای پی اے
انوائرمنٹل پروٹیکشن ایجنسی سندھ
ایک مختصر جائزہ

دنیا بھر میں ماحولیات سے متعلق علم و آگہی میں اضافے کے پیش نظر (جس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ امداد دینے والی متعدد ایجنسیاں اب اپنی امداد کو ماحولیاتی تقاضوں سے بھی مشروط کرنے لگی ہیں) حکومت پاکستان نے وفاقی سطح پر قانون پاس کیا تاکہ ہر صوبے میں تحفظ ماحول کا ادارہ قائم کیا جاسکے۔ عوامی مفاد کے نقطہ نظر سے ان معاملات پر نظر رکھنے والے ادارے کی حیثیت سے شہری ای پی اے سندھ کے مقاصد اور اس کی کارکردگی کا جائزہ لیتا ہے۔

نومبر ۱۹۸۷ء میں محکمہ صنعت و معدنی ترقی حکومت سندھ کے تحت تحفظ ماحول کا ایک سیل قائم کیا گیا۔ پھر ۱۹۸۹ء میں حکومت سندھ نے اسے باضابطہ طور پر تحفظ ماحول کی ایجنسی میں تبدیل کرکے صوبائی وزیر برائے ہاؤسنگ' شہری منصوبہ بندی اور ماحولیات کے تحت کردیا۔

اس وقت یہ ادارہ کلفٹن میں واقع ایک چھوٹے سے صاف ستھرے دفتر سے ایک ڈائریکٹر جنرل (محترمہ مہتاب راشدی) کی نگرانی میں کام کررہا ہے اور اسے مطلوبہ کارکردگی اور معاملات کی ایک طویل فہرست عملدرآمد کے لئے سونپی گئی ہے۔

۱۔ تمام صوبہ سندھ میں سطح اور زیر سطح پانی کی آلودگی کی روک تھام۔

۲۔ فضائی آلودگی کی روک تھام (گاڑیوں اور کارخانوں کا دھواں)

۳۔ آواز کی آلودگی یعنی شور کی روک تھام۔

۴۔ دیہی علاقوں میں نکاسی آب اور صفائی کے نظام میں بہتری۔

۵۔ ٹھوس فضلے کو ٹھکانے لگانے کا اہتمام۔

۶۔ سمندری آلودگی کی روک تھام (صنعتی فضلہ اور بحری جہازوں سے تیل کا اخراج)

۷۔ مصنوعی کھاد اور کیڑے مار دواؤں کی آلودگی۔

۸۔ نابکاری کی سطحوں کی نگرانی۔

۹۔ سندھ کے قدرتی وسائل کا تحفظ۔

اور اسی طرح کے اور بہت سے کام اور مقاصد۔ درحقیقت اوپر بیان کردہ معاملات ادارے کے اہم ترین کاموں کی بمشکل نصف فہرست بنتے ہیں۔ اس لئے یہ سمجھنا دشوار ہوجاتا ہے کہ بے شک سربراہ کتنا ہی پرعزم کیوں نہ ہو' لیکن اتنا مختصر سا ادارہ اتنے بڑے چیلنجوں کا کیونکر سامنا کرسکتا ہے تاوقتیکہ اسے اول درجے کی تکنیکی مہارت اور سرکاری و غیر سرکاری اداروں اور محکموں کا موثر تعاون اور اشتراک عمل اور ان لوگوں کی بھرپور اعانت حاصل نہ ہو جو خود یا تو آلودگی سے متاثر ہورہے ہیں یا آلودگی پھیلانے میں کوئی کردار ادا کررہے ہیں۔

سب سے پہلے تو اس چھوٹے سے ادارے کو پورے صوبہ سندھ میں زمین' پانی اور فضا میں ماحولیاتی اثرات کے بے شمار اعداد و شمار اور معلومات اکٹھی کرنے کے زبردست چیلنج کا سامنا ہے۔ سندھ میں بشمول بلوچستان کے ساحلی علاقے' اسے سمندر کی وجہ سے اپنی تحقیق اور جستجو کا دائرہ بہت وسیع رکھنا ہے جب کہ دیگر دو صوبوں پنجاب اور سرحد کو اس مسئلے کا سامنا نہیں ہے۔ دوسری طرف سندھ کا دارالحکومت کراچی بہت گھنی آبادی اور بڑا صنعتی مرکز ہونے کی وجہ سے' بے انتہا بنیادی کام اور قانونی تحفظ اور نجی شعبے کے ساتھ وسیع تر اشتراک عمل کا تقاضا کرتا ہے۔ پیشتر اس کے کہ یہاں کسی بھی قسم کا موثر ماحولیاتی کنٹرول عمل میں لایا جاسکے۔

سندھ برسوں سے شدید ماحولیاتی مسائل کا شکار ہے۔ دیہی علاقوں میں زرعی دواؤں کا استعمال سطح اور زیر سطح کے پانی کی آلودگی اور زمین کو خراب کرنے کا سبب بنتا رہا ہے اور یہ مسئلہ بعض علاقوں میں زیادہ شدید نظر آتا ہے۔ شہروں میں بلدیاتی اور صنعتی طور پر خارج کیا جانے والا گندہ پانی برسوں سے پانی کے ذخیروں مثلاً کراچی میں لیاری اور ملیر ندی اور حیدرآباد میں دریائے سندھ اور پھلیلی نہر میں شامل ہو کر پانی کی آلودگی کا سبب بن رہا ہے۔ اگر ماحولیاتی احتیاط سے کام نہ لیا گیا تو اس علاقے میں قائم ہونے والے نئے ترقیاتی منصوبے اس مسئلے کو مزید سنگین بنا دیں گے۔

فی الوقت سندھ میں صنعتی گندے پانی کے اخراج پر فیکٹریز ایکٹ ۱۹۳۵ء لاگو ہوتا ہے۔ یہ قانون پرانا اور غیر موثر ہونے کی بناء پر اس امر کی ضرورت ہے کہ ماحول کی آلودگی کی روک تھام کے لئے فوری طور پر نئی قانون سازی کی جائے۔ یہ امر خوش آئند ہے کہ حکومت سندھ نے اس منصوبے کی منظوری دے دی ہے کہ پانی' ہوا' شور' ٹھوس فضلہ' مصنوعی کھاد' زرعی ادویات' خطرناک فضلہ' تابکاری وغیرہ کے ضمن میں اخراج کے متعین معیار وضع کئے جائیں اور پھر آلودگی کی روک تھام' اس سے بچاؤ اور سندھ کے قدرتی وسائل کے تحفظ کے لئے ان معیارات عملدرآمد کے لئے مناسب قانون بھی بنائے جائیں۔ حکومت سندھ نے ای پی اے کے مندرجہ ذیل منصوبوں کی بھی منظوری دی ہے۔

۱۔ مصنوعی کھاد اور زرعی ادویات کے اثرات۔

۲۔ کوٹری' جامشورو اور حیدرآباد میں صنعتی فضائی آلودگی کا جائزہ۔

۳۔ ضلع دادو میں لاکھڑا کی کوئلوں کی کانوں کے اثرات کا جائزہ۔

ان کے علاوہ دیگر مجوزہ منصوبے مثلاً کراچی میں صفائی اور نکاسی کا نظام' کورنگی کراچی میں چمڑا صاف کرنے کی صنعت سے خارج ہونے والے آلودہ پانی کی ٹریٹمنٹ اور اسے ضائع کرنے کا انتظام' کراچی ہی میں واقع کیمیکل اور جاپدان سیمنٹ فیکٹریاں وغیرہ ابھی حکومت کی منظوری کی منتظر ہیں۔

ای پی اے سندھ نے ایشین انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی' بینکاک سے رابطہ قائم کررکھا ہے اور انسٹی ٹیوٹ کا ماحولیاتی انجینئرنگ کا شعبہ اسے تکنیکی مشاورت فراہم کرتا ہے۔ اس کے باوجود ای پی اے کو جتنے بڑے پیمانے پر اور جتنے مختلف ماحولیاتی مسائل کا سامنا ہے وہ تقاضا کرتا ہے کہ اسے مزید ایشیائی اور ترقی پذیر ممالک میں قائم شدہ ماحولیاتی اداروں سے بھرپور تکنیکی معاونت حاصل ہو۔

گزشتہ سال کے دوران' ای پی اے نے منظور شدہ ترقیاتی منصوبوں پر کام کا آغاز کرنے کے ساتھ اپنی زیادہ تر توجہ عوام میں بیداری پیدا کرنے اور شعور بلند کرنے پر قائم رکھی ہے۔ اس مقصد کے لئے ادارہ دیگر غیر سرکاری تنظیموں کے ساتھ مل کر سیمیناروں کے انعقاد' ''ارتھ ڈے'' اور ''ورلڈ انوائرمنٹ ڈے'' منانے میں مصروف رہا ہے۔ آنے والے برسوں میں ای پی اے کا ارادہ ہے کہ زرعی اور صنعتی دونوں شعبوں میں ماحولیاتی اثرات کے مزید مطالعے کئے جائیں اور دیہی سندھ میں صفائی کے لئے ٹھوس اقدامات کا اہتمام کیا جائے۔ ادارے کے کام کی اہمیت کا ادراک کرتے ہوئے شہری اس بات کی پرزور حمایت کرتا ہے کہ اس ادارے کو سرخ فیتے سے نجات دلائی جائے جو کہ ہمارے یہاں سرکاری منصوبوں کی تکمیل میں تاخیر کا ایک بڑا سبب ہے۔ ساتھ ہی ادارے کی ڈائریکٹر جنرل کو اس مقصد کے لئے بھرپور مدد فراہم کی جائے کہ وہ تکنیکی معاونت کے لئے بین الاقوامی رابطے قائم کرسکے اور موثر کارکردگی کے لئے وسیع پیمانے پر مقامی اشتراک حاصل کرسکے۔

شہری خبرنامہ

۲۷ جون ۱۹۹۲ء کو برٹش کونسل میں ارتھ فیسٹ (میلہ زمین) منعقد ہوا۔ اس سلسلے میں شہری اور اس کے جونیئر شیئرز نے دس منٹ دورانئے کا ایک کھیل پیش کیا جس کا عنوان تھا "دادی اماں کی حویلی"۔ یہ کھیل ہمارے لئے جناب انور مقصود نے تحریر کیا نہوں نے یہ کمال مہربانی نہایت مختصر نوٹس ہونے کے وجود اسکرپٹ لکھنا منظور کیا۔ اس کھیل کے ہدایت ار ساجد حسن تھے جن کی معاونت کرن احمد اور ...ستیز عصم نے کی۔

اس کھیل کا مرکزی خیال "تعمیراتی ماحول" تھا اور ں میں اس ضرورت پر زور دیا گیا تھا کہ قدیم عمارتوں ور تعمیراتی ورثے کو محفوظ رکھا جائے۔ ڈرامہ جن رداروں کے گرد گھومتا ہے ان میں ایک عمر رسیدہ تون "دادی اماں" ان کا ملازم "شیخو بابا" اور ان کا تا "جاوید" شامل ہیں۔ دادی اماں ایک خوبصورت ے قدیم مکان (حویلی) میں رہتی ہیں لیکن اس کی اسب دیکھ بھال کرنے سے قاصر ہیں۔ البتہ جاوید کو ں قدیم مکان سے بہت لگاؤ ہے اور وہ اسے محفوظ کھنے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا چاہتا ہے۔ اس مقصد ے لئے ان لوگوں نے کیا کچھ کیا اور آیا وہ اس میں میاب ہوئے یا نہیں۔ ڈرامے میں بھی یہی سب عایا گیا ہے اور اس کا پیغام بھی یہی ہے کہ کس طرح اپنی قدیم عمارتوں اور یادگاروں کو تھوڑی سی توجہ ر دیکھ بھال فراہم کرکے تعمیراتی ماحول، اپنی ثقافت ر اپنے ورثے کا تحفظ کرسکتے ہیں۔

ڈرامے کی کاسٹ میں ہمارے مندرجہ ذیل جونیئر بٹیرز شامل تھے:

- مینا کل انیس...... دادی اماں
- عزیر میاتور...... شیخو
- علی کبیر سید...... جاوید
- کیرن بچوانی...... طاہرہ
- کامران انیس...... احمد

لکھے ہوئے مقالوں کا مجموعہ۔

۳۔ اردو خبرنامہ ...... جس کے لئے مضامین اور تبصروں کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

۱۔ پلاسٹک بیگوں کو ٹھکانے لگانا اور ان کی ری سائکلنگ۔

۲۔ آبادی کا کلاک (ٹی وی پر دکھانے کے لئے)...... شہری مختلف بڑی کارپوریشنوں سے اس مقصد کے لئے فنڈ حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ ٹیلی ویژن پر ایک ڈیجیٹل گھڑی کی صورت میں بڑھتی ہوئی آبادی کے اعداد و شمار دکھائے جائیں اور اس کے ساتھ ۱۵ سیکنڈ دورانیئے کی نہایت طاقتور دستاویزی فلم پیش کی جائے جس کے ذریعے آبادی میں بے قابو اضافہ اور اس کے تباہ کن اثرات واضح ہو سکیں۔ اس مقصد کے لئے عطیات کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

۳۔ کراچی میں ٹھوس کچرے کو ٹھکانے لگانے، گندے پانی کی نکاسی اور اس کی صفائی پر سیمینار۔

۴۔ کراچی کی قدیم تعمیرات ...... ہمارے تعمیراتی ورثے کی موجودہ صورتحال پر رپورٹ اور سیمینار۔

۵۔ فنڈ اکٹھا کرنے کے منصوبے ...... ازراہ کرم اس سلسلے میں آپ کی کوئی تجاویز ہوں تو ہمیں مطلع کریں۔

کیا آپ شہری کی کسی ذیلی کمیٹی میں شامل ہونا چاہتے ہیں؟

۱۔ تعمیراتی ورثہ
۲۔ مطبوعات
۳۔ قانونی دادرسی
۴۔ ساحلی پانی کی آلودگی

براہ کرم مطلع کیجئے آپ ان میں سے کس کمیٹی میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ واضح رہے کہ کسی بھی ذیلی کمیٹی میں شامل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ آپ شہری کے کارڈ ہولڈنگ ممبر ہوں۔

"ماحول اور مستحکم ترقیاتی رفتار" کے موضوع پر سیمینار

ماحولیاتی مسائل کو بالآخر پاکستان میں وہ توجہ حاصل ہونے لگی ہے جو ان کا حق تھا اور اس میں مزید تاخیر کی گنجائش بھی نہ تھی۔

انڈسٹریٹ کیو ...... نیٹ ورک (آئی یو سی این) نے شہری اور یونائٹڈ اسٹیٹ انفارمیشن سروس کے اشتراک سے ۶ جون ۱۹۹۲ کو "ماحول اور مستحکم ترقیاتی رفتار" کے عنوان سے ایک سیمینار کا اہتمام کیا۔

اس موقع پر ماحولیاتی موضوعات اور بالخصوص پاکستان کے ماحولیاتی مسائل کے حوالے سے تین مختصر دستاویزی فلمیں دکھائی گئیں جن کا مختصر تعارف یہ ہے:

(۱) "صرف ایک زمین ہمارا مشترکہ مستقبل" ...... عالمی ماحولیاتی مسائل پر ایک تعارفی فلم۔

(۲) "ہمارا سرسبز مستقبل" ...... پاکستان کے حوالے سے قومی حکمت عملی برائے تحفظ (این سی ایس) کے نفاذ کے لئے لائحہ عمل۔

(۳) "اس سے پہلے کہ وقت نکل جائے" ...... ماحولیاتی معاملات پر دلچسپ دستاویزی کھیل۔

ان فلموں کے بعد پینل ڈسکشن اور سوال و جواب کا سیشن ہوا۔ پینل کے شرکاء میں محترمہ دھن مائی کاؤس جی "ہے آر کا" آئی یو سی این اور دی نیوز کے رپورٹر جناب اظہر عباس شامل تھے۔ محترمہ کاؤس جی نے پاکستان میں قومی حکمت عملی برائے تحفظ (این سی ایس) کی ترجیحات کے بارے میں بتایا۔ انہوں نے نشاندہی کی کہ پاکستان میں آلودگی کا کوئی معیار مقرر نہیں کیا گیا ہے اور زور دیا کہ یہاں سرکاری طور پر ایسے معیار مقرر کرنے کی ضرورت ہے۔ شہری کے چیئرپرسن جناب نوید حسن نے اس ضمن میں احتساب اور فنڈز کے بیجا استعمال کے بارے میں سوال کیا جس کے جواب میں محترمہ کاؤس جی نے کہا کہ اس سلسلے میں کوئی ضمانت موجود نہیں ہے اس لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ حکومت کے مقابلے میں غیر سرکاری ادارے (این جی اوز) ماحولیاتی معاملات میں زیادہ نمایاں کردار ادا کریں۔

پلاسٹک بیگ
اکٹھا کرنے کے
مقابلے کی تقریب
تقسیم انعامات

ہمارے قارئین کو یاد ہوگا کہ گزشتہ سال "شہری" سی بی ای نے استعمال شدہ پلاسٹک بیگ اکٹھے کرنے کا مقابلہ منعقد کیا تھا۔ "شہری" کے اس فیصلے کا نتیجہ یہ تھا کہ پلاسٹک بیگوں کی معیشت کو، جس میں ہماری آبادی کی طرح خطرناک رفتار سے اضافہ ہو رہا ہے، کنٹرول کرنے کی تدبیر کی جائے۔ چنانچہ اس مقابلے کا اہتمام ہوا اور لیو کلب کے نوعمر اراکین کو اس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ مقابلے کے شرکاء نے بہت بڑی تعداد میں پلاسٹک بیگ جمع کئے جن میں سے ۴۴ کلو بیگ صرف مزار قائد سے اکٹھے کئے گئے۔

اس مقابلے کی تقریب تقسیم انعامات ۲۹ جنوری ۱۹۹۲ء کو منعقد ہوئی جس میں جناب سید مظفر حسین شاہ نے سب سے زیادہ پلاسٹک بیگ جمع کرنے والے شرکاء میں انعامات تقسیم کئے۔ شہری کی جانب سے ایک مختصر پریزنٹیشن کے بعد سندھ ٹیچرز فاؤنڈیشن کی مینیجنگ ڈائریکٹر محترمہ انجم غلام علی نے اظہار خیال کرتے ہوئے زور دیا کہ معاشرے کے دیگر افراد کو بھی اس مہم میں شامل ہونا چاہئے۔ آئی یو سی این کے نمائندوں نے بھی حکومت پر زور دیا کہ وہ پلاسٹک بیگ کی لعنت کو کنٹرول کرنے میں دلچسپی کا مظاہرہ کرے۔ اس کے بعد مہمان خصوصی نے تقریب سے خطاب کیا اور انعامات تقسیم کئے۔

جنرل باڈی کا سالانہ اجلاس

شہری۔ سی بی اے کی جنرل باڈی کا پہلا سالانہ اجلاس ۱۹ مئی ۱۹۹۲ء کو منعقد ہوا جس میں شہری مینیجنگ کمیٹی اور دیگر شہری اراکین نے حصہ لیا۔ اجلاس کی کارروائی میں سب سے پہلے گذشتہ اجلاس منعقدہ دسمبر ۱۹۹۰ء کی کارروائی کی توثیق کی گئی۔ اس کے بعد شہری کی سرگرمیوں سے متعلق سالانہ رپورٹ برائے ۱۹۹۱ء پڑھ کر سنائی گئی۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۹۱ء کو ختم ہونے والے سال کے لئے آڈٹ شدہ حسابات پیش کئے گئے اور میسرز حیدر علی اینڈ کمپنی کو سال ۱۹۹۲ء کے لئے "شہری" کا آڈیٹر مقرر کیا گیا۔ مینیجنگ کمیٹی میں شمولیت کے لئے دو نئے اراکین کے نام پیش اور منظور کئے گئے۔ یہ نئے اراکین ڈاکٹر اجمل خان اور جناب خطیب احمد ہیں۔

چیئرپرسن :	نوید حسین (آرکیٹکٹ)
وائس چیئرپرسن :	قاضی فیض عیسیٰ (بیرسٹر ایٹ لا)
جنرل سیکریٹری :	عبدالرحمٰن (آرکیٹکٹ)
خزانچی :	دانش آذر زوبی (اٹلیٹیوڈ ...)
رکن :	حسن جعفری
رکن :	... شیخ (قانون داں)
رکن :	فضل نور (آرکیٹکٹ)
رکن :	خطیب احمد (بزنس مین)
رکن :	ڈاکٹر ایم اجمل خان (ایم ای ای کالوجی)

شہری اسٹاف :

کوآرڈینیٹر	عارفہ کپاڈیا
اسسٹنٹ کوآرڈینیٹر	عارف عثمان
اسسٹنٹ سیکریٹری	عذرا انصر

اجلاس کی دیگر کارروائی میں شہری کو مزید موثر بنانے کے لئے تجاویز پر غور کیا گیا جن میں یہ تجویز بھی شامل تھی کہ مالی امداد کے لئے بیرون ملک مقیم پاکستانیوں سے اپیل کی جائے اور تنظیم میں نئے اراکین شامل کئے جائیں۔

جاپان پاکستان کو ۴۵ کروڑ ۶۷ لاکھ سے کی امداد دے گا۔ کراچی میں ماحولیاتی حالات بہتر بنانے پر بھی رقم صرف ہوگی

(...) جاپانی حکومت نے پاکستان کو موجودہ مالی سال کے دوران امدادی پروگرام کے پہلے مرحلے میں تین منصوبوں کے تحت ۴۵ کروڑ ۶۷ لاکھ روپے سے زائد امداد فراہم کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ اس سلسلے میں منگل کو اسلام آباد میں جاپان کے ناظم الامور اور اقتصادی امور ڈویژن کے جوائنٹ سیکریٹری کے درمیان سرکاری دستاویز کا تبادلہ ہوا۔ امداد کراچی میں ماحولیاتی حالات کو بہتر بنانے کے منصوبے کے دوسرے مرحلے پر بھی خرچ ہوگی۔

آلودگی کا مسئلہ
روز بروز سنگین
نوعیت اختیار کرتا جارہا ہے

ایشیائی ممالک میں فضائی آلودگی کا مسئلہ روز بروز سنگین نوعیت اختیار کرتا جارہا ہے یہ صورت فیکٹریوں اور گاڑیوں کی تعداد میں اضافے کے نتیجے میں پیدا ہوئی ہے۔ یہ بات عالمی بینک کے ایڈوائزر آصف فیض نے کے ڈی اے سوک سینٹر میں ایشیائی ممالک میں گاڑیوں سے خارج ہونے والے دھوئیں کی وجہ سے فضائی آلودگی سے متعلق پیدا ہونے والا مسئلہ کے موضوع پر سیمینار میں اپنے مقالہ میں کہی۔ یہ سیمینار کے ڈی اے ٹریفک انجینئرنگ اور انوائرمینٹل پروٹیکشن ایجنسی سندھ کے اشتراک سے منعقد ہوا۔ آصف فیض نے کہا کہ ابدالی آلودگی انسانی صحت کے لئے زبردست خطرہ ہے انہوں نے تجویز پیش کی کہ موثر اور مسلسل اقدامات اور واضح پالیسیوں کی تشکیل کے ذریعہ ہی اس مسئلہ کو حل کیا جا سکتا ہے۔

کچرا اٹھانے کا بہتر انتظام ہوتا
تو شہریوں کو ہر گلی محلے
موڑ پر غلاظت کے ڈھیر کا
منظر نہ دیکھنا پڑتا
"شہری"

مذبح خانہ کی تعمیر ۲ سال میں بھی نہ ہوسکی

ماتلی شہر میں بلدیہ ماتلی کے زیر اہتمام تعمیر ہونے والا مذبح خانہ متعلقہ ٹھیکیدار کی عدم دلچسپی کے سبب دو سال میں تیار نہیں ہوسکا۔ بلدیہ ماتلی نے شہر میں جگہ جگہ قائم غیر قانونی مذبح خانوں کے نتیجے میں پھیلنے والے تعفن اور گندگی پر قابو پانے کے لئے شہر سے باہر پھلیلی نہر کے کنارے تقریباً دو سال قبل مذبح خانہ قائم کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ بلدیہ نے اس کا ٹھیکہ ایک مقامی ٹھیکیدار کو دے دیا تھا لیکن ٹھیکیدار کی عدم دلچسپی کی وجہ سے اس کا تعمیراتی کام .... تاحال مکمل نہیں ہوسکا جس کے نتیجے میں شہری ہنوز اس سہولت سے استفادہ حاصل نہیں کرسکے مقامی قصابوں نے شہری حدود میں پھلیلی نہر کے دونوں کناروں پر جگہ جگہ مذبح خانے قائم کر رکھے ہیں۔ جن سے ہر وقت تعفن اٹھتا رہتا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو ان علاقوں سے گزرنے میں سخت دقت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جب کہ بلدیہ ماتلی نے نامعلوم وجوہات کی بناء پر مذبح خانے کی معینہ مدت میں تکمیل کا کوئی نوٹس نہیں لیا جس کی وجہ سے شہریوں میں کافی تشویش پائی جاتی ہے۔ ماتلی کے شہریوں و سماجی حلقوں نے اپنے بیان میں ڈپٹی کمشنر بدین اور بلدیہ ماتلی کے حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ زیر تعمیر مذبح خانے کو جلد مکمل کرواکے مقامی قصابوں سے اس کے استعمال کی پابندی کروائی جائے۔

شہری کی سرگرمیاں
شہری کیا کر رہا ہے؟
جاری اور آنے والے منصوبے

ساحلی پانی کی آلودگی ...... اس میں سمندری ل سے پانی کے نمونے حاصل کرنا، ان کا تجزیہ اور گی پیدا کرنے والے عناصر کی نشاندہی شامل ہیں۔

اردو میں ماحولیات سے متعلق اصطلاحات کا ...... ماحولیاتی، ایٹمی اور تعمیراتی اصطلاحات کا یزی سے اردو میں ترجمہ۔

شہری بحرانوں پر کتاب ...... مختلف ماہرین کے

نئے اراکین

جون ۱۹۹۲ء میں شامل ہونے والے ہمارے نئے اراکین یہ ہیں:

- جناب پرویز اے شیخ
- محترمہ ... ایم پٹیل
- جناب فرحان محمود
- جناب محمد قاسم پٹھان
- محترمہ شازیہ خواجہ
- جناب اشفاق مشہدی
- محترمہ نجمہ کپاڈیا

بقیہ: مظفر حسین شاہ

استعمال، علاقہ بندی اور تعمیرات سے متعلق بہت سے قوانین اب متروک ہو چکے ہیں اور انہیں وقت کے تقاضوں کے مطابق بدلنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ضمنی قوانین میں ایسے خلا موجود ہیں جن کی بدولت مفاد پرست عناصر قانون کی روح کو پامال کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں حکومت سندھ کے محکمہ قانون اور کے ڈی اے جیسے اداروں نے کیوں نہیں بہتری کی تجاویز اور ترامیم

کے ڈی اے کو کے ایم سی کی تحویل میں لینے کی تجویز خوش آئند ہے مظفر شاہ

پیش کیں تاکہ قانون کا نفاذ اس کی پوری روح کے ساتھ عمل میں آسکتا؟

م ح ش: اس لئے کہ صحیح طریقہ کار پر عمل نہیں کیا جارہا۔ میں نے ذاتی طور پر فکر رکھنے والے بعض شہریوں سے کہا ہے کہ وہ اس ضمن میں اپنا کردار ادا کریں۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ ماحول کو متاثر کرنے والے عوامل مختلف محکموں کے تحت آتے ہیں۔ اس لئے صحیح طریقہ یہ ہوگا کہ ترمیم یا نئے قانون کے لئے شہری و بلدیاتی اداروں اور متعلقہ وزارتوں کے حوالے سے پریشر گروپ اور لابیاں قائم کی جائیں لیکن اس سے بھی پہلے شہریوں اور غیر سرکاری اداروں (این جی اوز) کو اپنا ہوم ورک اچھی طرح سے کرنا ہوگا۔ انہیں بالکل درست معلومات حاصل کر کے یہ نشاندہی کرنا ہوگی کہ کہاں کہاں خلا یا خامی موجود ہے جسے دور کرنا ضروری ہے۔ اس مقصد کے لئے وہ ماہرین کی مدد بھی حاصل کرتے۔ دوسرا اگلا قدم یہ ہوگا کہ متعلقہ محکمے سے رابطہ قائم کیا جائے۔ جب کوئی محکمہ جامع اور مکمل تجویز کابینہ کو پیش کرے گا تو وزارت قانون اسے باقاعدہ قانون کی شکل دے سکتی ہے۔

آپ کو یہ بات سمجھنا ہوگی کہ وزارت قانون و پارلیمانی امور از خود قانون سازی نہیں کرتی اور نہ ہی اس کا یہ کام ہوتا ہے۔ ہم صرف ان تجاویز کو قانونی زبان دیتے ہیں جو ہمیں حکومت کے ۲۲ مختلف محکموں کی جانب سے ارسال کی جاتی ہیں۔

میرا مشورہ ہے کہ آپ اپنی تجاویز لے کر صوبائی وزیر برائے لوکل گورنمنٹ، شہری منصوبہ بندی اور شہری امور سے رجوع کریں۔ وہ اس کے بعد ہمیں اپنی تجاویز ارسال کریں گے جنہیں ہم ضروری قانونی زبان دینے کے بعد اسمبلی کے سامنے منظوری کے لئے پیش کر دیں گے۔

ح ر: شاہ صاحب، آپ ایک باشعور شہری ہونے کی حیثیت سے یقیناً اتفاق کریں گے کہ کراچی کی تاریخ کا سب سے بدقسمت دور ضیاء الحق کا دور تھا (جب جناب جام صادق وزیر بلدیات تھے اور بعد میں جب جناب نقاش کے ڈی اے کے ڈائریکٹر جنرل مقرر ہوئے) اس دوران انفرادی فائدے کے لئے نجی تعمیرات کو شہری اور عوامی ضروریات پر فوقیت حاصل ہوگئی۔ آپ کا تبصرہ؟

م ح ش: کراچی کا ماسٹر پلان برائے ۱۹۷۴-۱۹۸۵ کاغذ پر تو بہت اچھا نظر آتا تھا۔ اس میں یو این ڈی پی کی بھی شمولیت تھی.....

ح ر: یقیناً ایسا ہی تھا لیکن ہم سب جانتے ہیں کہ مفاد پرست عناصر نے اس کی خوب خلاف ورزی کی جو آج بھی جاری ہے۔ متعلقہ حلقوں کا کہنا ہے کہ یہ اس لئے ممکن ہوا کیونکہ ماسٹر پلان کو کوئی قانونی تحفظ نہیں حاصل تھا۔ کیا اب ہم ان بے لگام تعمیرات کو روکنے اور تجارتی مفادات کے لئے علاقہ بندی کے عمل کو قانون کے تحت نہیں لا سکتے؟

م ح ش: جیسا کہ میں نے پہلے کہا متعلقہ محکمے اور پریشر گروپ کو نشاندہی کرنا ہوگی کہ کہاں قانونی تحفظ درکار ہے اور کہاں قانون میں خلا موجود ہے۔

ح ر: ایک طویل عرصے کراچی میٹروپولیٹن کارپوریشن مطالبہ کرتی رہی ہے کہ کے ڈی اے کو اس کے زیر انتظام لایا جائے۔ اس سے کراچی کے ترقیاتی کاموں میں دو عملی اور دوہرا کردار ختم ہو سکتا ہے؟

م ح ش: اگر اس قسم کی کوئی تجویز متعلقہ وزارت کی طرف سے کابینہ میں پیش کی جائے تو یقیناً خصوصی توجہ کی مستحق ہوگی لیکن جہاں تک مجھے علم ہے اب تک ایسی کوئی تجویز پیش نہیں کی گئی۔

(ادارتی نوٹ: یہ انٹرویو جس وقت لیا گیا ہے اس وقت تک کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی کے ایم سی کے حوالے نہیں کی گئی تھی۔ اس سوال میں کے ڈی اے کی جملہ سرگرمیوں کا حوالہ ہے۔)

ح ر: کراچی اکثر و بیشتر تشدد کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔ اس کے علاوہ ہم روزانہ ان گنت بنک ڈکیتیاں، اغوا اور کار چھینے کی وارداتیں دیکھتے ہیں۔ ان جرائم میں بعض اوقات قانون نافذ کرنے والے خود بھی ملوث پائے جاتے ہیں۔ بدقسمتی سے ان الزامات میں کچھ نہ کچھ صداقت ضرور موجود ہے۔ میئر کراچی نے مطالبہ کیا ہے کہ اس صورتحال سے نمٹنے کے لئے شہری پولیس فورس کو کے ایم سی کے ماتحت کیا جائے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس طرح کا اقدام مسئلے کا ایک بہتر حل ثابت ہو سکتا ہے؟

م ح ش: اس کا جائزہ لینا ہوگا۔ انتظامیہ کو انفرادی طور پر مختلف شہروں میں علیحدہ علیحدہ طور پر نہیں چلایا جاسکتا۔ فرض کریں کہ حیدرآباد یا لاڑکانہ کی بلدیات بھی اس قسم کا مطالبہ شروع کر دیں تو کیا ہم ہر جگہ پولیس فورس کو بلدیات کی تحویل میں دینے کے لئے تیار ہوں گے۔ اس لئے اس طرح کے مطالبے کا وسیع ترین تناظر میں جائزہ لینا ہوگا۔

ح ر: اس بات سے تو آپ بہرحال اتفاق کریں گے کہ کراچی میں شہری اور بلدیاتی اداروں کی تمام تر مشینری، قانونی ڈھانچہ اور شہری و بلدیاتی حسن انتظام فرسودہ ہو چکا ہے اور سب کو اصلاح کی سخت ضرورت ہے۔

م ح ش: کراچی میں اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ بستے ہیں اور یہ شہر بیش بہا وسائل کا مالک ہے۔ اگر فکرمند شہری اس عظیم شہر کے مختلف مسائل حل کرنے کے لئے حکومت کے ساتھ تعاون کریں تو اس کے بہت عمدہ نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

اس مرحلے پر شاہ صاحب اٹھ کھڑے ہوئے جو اس بات کا اشارہ تھا کہ انٹرویو اختتام کو پہنچا۔

سید مظفر حسین شاہ کے جوابات سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکومت میں موجود عوام کے نمائندے اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ شہری مختلف قابل عمل تجاویز لے کر سامنے آئیں جنہیں حکومت فی الفور قبول کر لے گی۔

ہم یہ سوچ کر حیران ہوتے رہے کہ متعلقہ وزیر اور محکمے کے سربراہ بالکل واضح حقائق کو سمجھنے کی کس حد تک اہلیت رکھتے ہیں۔

کیا انھیں واقعی اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم انھیں یہ بتائیں کہ

اگر

— گنجان آبادیوں کی اجازت صرف ان ہی علاقوں میں دی جائے جہاں اس کی مناسبت سے ضروری سہولتیں موجود ہوں، بجائے اس کے کہ بلند و بالا اپارٹمنٹس اور شاپنگ سینٹرز کسی بھی دستیاب یا غیر دستیاب جگہ میں ٹھونس دیئے جائیں، تو ہماری بنیادی سہولتوں پر دباؤ بہت حد تک کم ہو جائے گا۔

— زیادہ اور بہتر دیکھ بھال کئے گئے پارک موجود ہوتے بجائے ان بنجر زمین کے چند ٹکڑوں کے جو ہمارے شہر کو نصیب ہیں تو ہمارے بچے سڑکوں پر کھیلنے پر مجبور نہ ہوتے۔

— کچرا اٹھانے کا زیادہ بہتر اور باقاعدہ نظام موجود ہوتا تو شہریوں کو ہر گلی کے نکڑ پر کچرے اور غلاظت کے ڈھیر کا منظر نہ دیکھنا پڑتا۔

— ساحلی پانی کی آلودگی میں کمی اور اس کی روک تھام ہو جائے تو ہمارا سمندر اور ہمارے ساحل سب ہی جانداروں کیلئے زیادہ محفوظ ہو جائیں گے۔

— ہمارے پبلک ٹرانسپورٹ کا نظام زیادہ ترقی یافتہ ہوتا بجائے ان دھواں چھوڑتی بسوں اور شور مچاتے رکشوں کے تو یقیناً ہمارے شہریوں کی صحت اور زندگی کو فائدہ پہنچتا۔

— اور یہاں کے گنے گئے تمام مسائل حل ہو جائیں تو یہ شہر اور اس کے شہری زیادہ صحت مند، زیادہ خوش اور

بقیہ: دنیا میں کیا ہو رہا ہے

اس ٹیکنیک کے عام دستیاب ہونے تک کے عرصے میں خلا پُر کرنے کے لئے معاہدہ کر لیا جائے۔

— قواعد و ضوابط لاگو کرنے اور مالیاتی اقدامات اختیار کرنے کے لئے امکانات کا جائزہ لینا چاہئے۔

بیرونی دنیا میں ہالینڈ کو ماحولیاتی معاملات میں اپنے مضبوط اقدامات اور موثر حکمت عملی کے لئے خاص شہرت حاصل ہے۔ بعض اوقات کچھ کمپنیاں سمجھتی ہیں کہ اس ملک میں کام کرنا بہت مشکل ہے۔

ایلڈرز: گزشتہ سال ہم نے تاجر برادری کے ساتھ ایک معاہدہ کیا۔ ہم نے بہت سے موضوعات پر مذاکرات کئے۔ عام طور پر ہمیں ان سے اچھا تعاون حاصل ہوتا ہے کیونکہ ہماری قومی پالیسی کے منصوبوں (این ای پی پی اور این ای پی پی - پلس) کے مقاصد کو وسیع پیمانے پر عوامی حمایت حاصل ہے۔

ان مقاصد کو عملی اقدامات میں تبدیل کرنے کے لئے ہم مذاکرات کرتے ہیں جن میں بعض اوقات بہت طویل تبادلہ خیال شامل ہوتا ہے لیکن مقاصد کا ایک بار تعین ہو جانے کے بعد پھر کوئی تبادلہ خیال نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بات واضح کرنے کے بعد ہم عموماً معاملے کے عملی پہلوؤں پر کوئی معاہدہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

انڈسٹری کے بہت سے شعبوں کی اپنی انجمنیں اور تنظیمیں موجود ہیں اور ان سے توقع کی جاتی ہے کہ یہ نہ صرف صلاح مشورے کریں گی بلکہ ان اقدامات کو عملی طور پر اختیار بھی کریں گی اور اپنے اراکین کو بھی اپنانے کی ترغیب دیں گی۔ اگرچہ یہ ان میں سے اکثر تنظیموں کے لئے ایک نئی ذمہ داری ہے لیکن اپنے مقام اور حیثیت کو منوانے کے لئے یہ ذمہ داری نبھانا ان کے لئے ناگزیر ہے۔

س: آپ کے خیال میں ہالینڈ کی ماحولیاتی پالیسی کے منصوبوں پر تاجر برادری کا کیا ردعمل ہے؟ کیا مختلف شعبوں کی تنظیموں نے اس ضمن میں مختلف طرز عمل ظاہر کیا ہے؟

ایلڈرز: تاجر برادری چاہتی ہے کہ حکومت کی پالیسی بااصول اور برقرار رہنے والی ہو۔ اگر اسے صرف ایک ماہ قبل حکومت کے نئے اقدامات کا پتہ چلے تو وہ اس کے مطابق اپنے لائحہ عمل کو ترتیب نہیں دے سکے گی۔ اسی وجہ سے ہم نے قومی ماحولیاتی پالیسی کے منصوبوں کو شائع کرنے کا فیصلہ کیا جس سے بیک وقت آئندہ چار سال کے لئے ہماری پالیسی کی واضح طور پر نشاندہی ہوتی ہے علاوہ ازیں ہم ان منصوبوں پر عمل درآمد کے سلسلے میں بھی تاجر برادری سے مشورہ کرتے ہیں۔ یہ بین الاقوامی اعتبار سے ایک منفرد صورتحال ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہمیں ترقیاتی رفتار قائم رکھنی ہے تو یہی ایک قابل عمل طریقہ ہے۔

محض چند مصنوعات پر پابندی لگا دینا کافی ثابت نہیں ہوگا۔ ہمیں درحقیقت پروڈکشن کے نئے طریقے اور سوچ کا ایک نیا زاویہ درکار ہے، اسی لئے ہم تاجر برادری سے گفتگو کرنا اور شروع مرحلے سے ہی انہیں اس سارے عمل میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔

ان کا مسئلہ یہ ہے کہ حکومت ان سے ٹھوس نتائج کی توقع کرتی ہے اور یہ نتائج کل کے بجائے آج ہی دیکھنا چاہتی ہے اس لئے ہم جاننا چاہتے ہیں کہ صنعت و تجارت میں کیا منصوبہ بندی کی جاری ہے تاکہ ہم سال بہ سال ہونے والی تبدیلیوں سے آگاہ رہیں۔ اس سے ایک کھنچاؤ پیدا ہوتا ہے جس پر ہمیں قابو پانا ہے اور اسے آسان کام سمجھنا خام خیالی ہوگی۔

س۔ ہالینڈ میں چھوٹی بڑی ہر قسم کی کمپنیوں سے کہا گیا ہے کہ وہ ۱۹۹۴ تک اپنے اندرونی ماحولیاتی تحفظ کے نظام قائم کر لیں۔ آپ کا کیا خیال ہے اس سلسلے میں تمام متعلقہ فریق کیا تیاریاں کر رہے ہیں؟

ایلڈرز: اوائل ۱۹۹۰ میں ہم نے کمپنیوں میں اندرونی ماحولیاتی تحفظ کا ایک پروگرام شروع کیا اس منصوبے کے لئے پانچ سال کی مدت کے لئے پچاس ملین گلڈر کی رقم مختص کی گئی۔ اس پروگرام پر بخوبی عمل ہو رہا ہے۔ صنعت کے ۲۵ مختلف سیکٹرز ماڈل نظام تیار کر رہے ہیں۔ ان سیکٹرز سے کل چالیس ہزار کمپنیاں وابستہ ہیں۔

ایک اور چیز جس پر ہم کام کر رہے ہیں یہ ہے کہ کمپنیوں کے لئے علاقائی ماحولیاتی سروسز کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ یہ سروسز کسی علاقے کی کمپنیوں کے لئے "جنرل پریکٹیشنرز" کا سا کردار ادا کرتی ہیں اس طرح کی سروسز شروع کرنے کے لئے حکومت کی جانب سے امداد بھی فراہم کی جاتی ہے۔ اس اسکیم کا آغاز بہت اچھا ہے۔ ۱۹۹۰ سے اب تک ۱۱ سروسز کام شروع کر چکی ہیں اور مزید چھ کی تیاریاں جاری ہیں۔

اندرونی ماحولیاتی تحفظ کا پروگرام جس طرح چل رہا ہے اس سے ہم اگرچہ مطمئن ہیں لیکن بعض کمپنیوں میں انفرادی طور پر کچھ ایسے اقدامات کئے جا رہے ہیں جن سے ہمیں فکر محسوس ہو رہی ہے۔ دراصل صنعت کار کو خود ماحولیاتی تحفظ کے نظام کی ذمہ داری قبول کرنا ہوگی ورنہ وہ ایسے کسی نظام کو اختیار کرے گا ہی نہیں۔ بڑی کمپنیاں تو اس ضرورت کو محسوس کر رہی ہیں لیکن چھوٹی کمپنیوں پر ابھی کافی حد تک دباؤ نہیں پڑا ہے فی الوقت ہم پروگرام کے نتائج کا جائزہ لے رہے ہیں اور اگر یہ غیر تسلی بخش ثابت ہوئے تو پھر شاید ہمیں انڈسٹری پر مزید دباؤ ڈالنا پڑے گا۔

بقیہ: جسٹس ابراہیم

جسٹس ابراہیم نے سی پی ایل سی کے چیف ناظم حاجی اور جوائنٹ چیف جمیل یوسف کا خصوصی طور پر تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ان دونوں کے بغیر آج سی پی ایل سی کام نہ کر رہی ہوتی۔ انہوں نے کہا کہ ونگ کمانڈر فہیم بیگ اور چیف آف آرمی اسٹاف کور کمیٹی ہے۔ مثال کے طور پر سی پی ایل سی نے پولیس فورس کے بعض ارکان کی غیر معمولی کارکردگی اور جانفشانی کو سراہا۔ اسی طرح کمیٹی عوام کے ساتھ ساتھ پولیس والوں کے مسائل اور شکایات بھی سنتی ہے۔

گفتگو کے اختتام پر جسٹس فخرالدین ابراہیم نے کہا کہ سی پی ایل سی ایک شاندار اور بے حد مفید تنظیم ہے اور مستقبل میں یہ مزید اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کرنے کے قابل ہوگی۔

(شہری اس گفتگو اور اظہار خیال کے لئے جسٹس ابراہیم کا شکریہ ادا کرتا ہے)

ماحولیاتی آلودگی سنگین مسئلہ

بلدیہ کراچی (جنوبی) کے چیئرمین نے بڑھتی ہوئی آلودگی پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اگر ماحولیاتی آلودگی کے تدارک کیلئے موثر کوششیں نہ کی گئیں تو یہ مہلک بیماری کا سبب بن جائے گی۔ ماحولیاتی آلودگی اس وقت پوری دنیا کا سنگین مسئلہ بنتی جارہی ہے۔ خصوصاً پاکستان میں اس کے اثرات تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق کراچی میں تقریباً 3 ہزار منی بسیں بغیر فٹنس سرٹیفکیٹ اور روٹ پرمٹ کے چل رہی ہیں۔ ان کے سائیلنسروں سے نکلنے والا دھواں انسانی زندگی کیلئے مہلک ہے۔ کراچی میں صنعتی فضلہ کو ضائع کرنے کا کوئی سائنٹفک طریقہ رائج نہیں ہے اور یہ کھلے عام ندی نالوں کے ذریعہ سمندروں کو بھی آلودہ بنا رہے ہیں جس سے آبی جانوروں کو بھی خطرہ ہے۔ اس کے علاوہ درخت ماحول کی آلودگی کم کرنے میں بھرپور کردار ادا کرتے ہیں لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ علاقوں میں قائم باغات اور پارکوں کی حفاظت کی جائے۔

JOIN SHEHRI TO CREATE A BETTER ENVIRONMENT

If you wish to join Shehri please drop this card at:

Shehri, Citizens for a Better Environment

P.O.Box No. 8053, P.E.C.H.S,
Karachi - 75400. Tel: 442578, 441769

Name: .... Tel: (Res) ....

Address: ....

Occupation: .... Tel:(Off) ....

Initial fee = Rs 100/= Annual fee = Rs 50/=